<u>V481</u>. P-23-1-10

Title - SHAHADAT-E-UZMA.

Author - Nazeer Seyyed Shah Mohd.

Publisher - Matabag Matlas Hakeem Burhanu (Gorad

Date — 1926.

Pages - 32

Subjects -

ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا

شہادتِ عظمیٰ

مطبوعہ مطبع حکیم برہم گورکھپور

دیباچہ

(از سید نذیر حسین زیدی صاحب گورکھپوری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ حق اور نعتِ احمدؐ مجھ سے کیا ہوگی ادا
وہ تو حق احمدؐ کا تھا اور یہ خدا کا کام تھا

آج میں اُن چند اوراق مقدسہ پر ایک مختصر سا دیباچہ لکھنے بیٹھا ہوں
ن میں ہمارے مخدوم و مکرم محب اہل بیت اطائب جناب سید شاہ محمد نذیر
ساحب ہاشمی ادامہم اللہ بلطفہ السامی نے ایسے مظلوم کی داستان غم بیان
ے جس پر اُسی مظلوم کے جد امجد کا کلمہ پڑھنے والوں میں سے کچھ لوگ
نے نزدیک گریہ وزاری کرنا معصیت، ماتم کرنا گناہ، ذکر شہادت ممنوع

نقلِ صریح بنانا بدعت ہے، مبارک ہین وہ نفوس، اور قابل قدر ہین وہ ہستیان جو ایسے پُر آشوب زمانہ مین اپنے قلم و زبان کو انصاف و حق گوئی کے میدان مین حرکت دیکر اُس امام مقدس کی یاد کو تازہ اور حق اسلام و ایمان کے ادا کرنے مین اپنی کوششون کا بہترین حصہ صرف کردین -

فجزاہم اللہ عنا و عن جمیع المسلمین و المؤمنین خیر الجزاء -

جناب شاہ صاحب کے ایسے تمام مضامین ہندوستان کے طول و عرض مین بڑی قدر کی نگاہون سے دیکھے گئے، اور اکثر اخبارات و رسائل شیعہ نے جناب شاہ صاحب کے مضامین "مشرق" سے لیکر شایع کئے - اور آپکی مدح مین رطب اللسان رہے -

اس کتاب کا موضوع اسلام کا وہ یگانۂ آفاق ہیرو ہے جس کی مقدس و مفترض الطاعۃ ذات اور اُس کے قابل تقلید صفات، اور خصوصیات سے نہ صرف حق جو و حق پسند مسلمانون ہی نے بحث کی ہے، بلکہ دنیا کے اکثر و بیشتر غیر مسلم محققین و مؤرخین نے بھی بحث کرکے دنیا کے تمام مہذب نفوس کو اسکی طرف مائل کرنے مین اپنے بہترین مساعی کا عمدہ ترین حصہ صرف کرکے اہل اسلام سے بیش از بیش شکریہ کا استحقاق حاصل کرلیا -

کچھ شک نہین کہ ان محققین و مؤرخین نے اپنی نوعی ہمدردی

اُس رب النوع سے عزیز نہین کی جس نے تمام نوع انسانی کی بھلائی کے لئے ایسی عزیز ترین قربانیان پیش کر دین جو آپ ہی اپنی نظیر تھین۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آخر اس ہمدردی کی وجہ کیا تھی؟ دنیا ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دینے پر مائل رہتی ہے، اور فطرۃِ انسانی ہمیشہ اُسکی ہمدردی پر مستعد رہتی ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ مظلوم خدا کی درگاہ سے کوئی رابطہ رکھتا ہو، اور گزر جانے والے مصائب و نوائب خدا کی راہ مین اُسی کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اُس کی ذات پر وارد ہو گئے ہون۔

اسلام کے اس مقدس ہیرو کو خدا کی درگاہ سے کیا رابطہ تھا؟ اسکے جواب کے لئے ہم سب سے پہلے مجموعۂ بائبل کو پیش کرینگے پھر قرآن مجید کے بعض آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات کا خلاصہ محققین اسلام کے اقوال سے پیش کرنے کا ارادہ کرین گے جس سے اُس رابطہ کی اہمیت منکشف ہو جائے گی جو اُس معبود حقیقی اور اس عبد خاص مین تھا۔

مجموعہ مقدسہ بائبل کا انتخاب

"اے بنی اسرائیل، تم سب ساتوین مہینہ کے عاشور کو ایک مقدس مجلس کرو اور اپنی روحونکو غمگین بناؤ۔" (گنتی باب ۹ آیت ۷)

"یہ تمھارے لئے ابدی قانون ہوگا، ساتوین مہینہ کے عاشور کو

خود کو غمزدہ بناؤ اور بالکل کام نہ کرو خواہ دیس مین ہو یا پردیس مین"

(احبار باب ۱۹ آیت ۲۹)

"جو روح اُسدن غمزدہ نہوگی وہ اپنی جماعت سے کٹ جائیگی"

(احبار باب ۲۹ آیت ۲۹)

"جو انسان اُس دن سوائے غم کے اور کام کریگا اُسکو مین قوم سے فنا کر دونگا"

(احبار باب ۲۹ آیت ۳۰)

اب دیکھنا یہ ہے کہ توریت مقدس مین جو ساتوین مہینہ کے دسوین دن کا ذکر ہے وہ سنہ ہجری کے کس مہینہ اور کس دن سے مطابق ہوتا ہے حسابی قواعد سے اسکا استخراج ناممکن نہین ہے ۔ یہودیون مین شمسی مہینے مستعمل تھے ؛ اور اُن کے ساتوین مہینے کا نام تشرین تھا ، بنابر تصریح تاریخ ابن عربی کی جس کی پہلی تاریخ سنہ ۱۸۰ھ مین یکم محرم الحرام سنہ ۱۲۱ھ سے مطابق تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ جس عاشورے کے غم کا حکم توریت مقدس مین آج سے ہزارون برس پہلے دیا گیا تھا وہ بھی عاشور محرم تھا جس مین پیغمبر آخر الزمان صلعم کا لاڈلا بیٹا ظالمون کے ہاتھ سے شہید ہونے والا تھا ۔ اور انتظام قبل وقوع واقعہ خدا کی طرف سے ہو رہا تھا جو اس واقعۂ ہائلہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ضرورت سے زیادہ کافی ہے ۔

آیات قرآن مجید کا انتخاب

(۱) وَحَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ (سورۂ احقاف)۔

"اس کی ماں کراہت سے حاملہ ہوئی اور کراہت سے وضع حمل ہوا، اور زمانۂ حمل اور دودھ بڑھائی کا تیس مہینہ تھی، یہانتک کہ جب وہ سن رشد کو پہونچا اور عقل کامل ہوئی اور چالیس برس کا سن ہوا تو درگاہ خدا میں عرض پرداز ہوا کہ اے میرے مربّی تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی اور مرضی کے موافق عمل صالح بجا لاؤں"۔

اس آیت میں اُمُّہٗ سے مراد جناب صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ہیں جو اپنے فرزند حسین علیہ السلام کی مظلومی و بے کسی اور آپ کی شہادت کا حال آپ کی ولادت کے قبل سُن چکی تھیں، اور اسی وجہ سے جب وہ معظمہ حاملہ ہوئیں تو اُن مصائب کے تصور سے خوش نہ ہوئیں، اور جب وہ جناب پیدا ہوئے تو اُن نوائب کے پیش نظر ہونے سے پیش نظر آنجناب کی مدت حمل و رضاعت تیس مہینہ تھی۔ چھ مہینے مدت حمل کے جو اس امت میں آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، اور دو برس زمانہ آپ کی رضاعت کا۔

(۲) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ”اور فدیہ دیا ہم نے اُسکا ذبح عظیم کے ساتھ۔“

اس آیت مین مراد ”ذبح عظیم“ سے شہادت حضرت سید الشہدا علیہ السلام ہے۔

(۳) يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي ”اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف راضی برضا
إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي رجوع کر کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ پس تو میرے
فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (سورۃ الفجر) خاص بندوں مین اور میرے خاص باغ مین چلا آ۔“

اس آیت مین مراد ”نفس مطمئنہ“ سے نفس پاک و پاکیزہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام ہے۔

(۴) وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا ”جو شخص مظلوم قتل کیا گیا ہو، ہم نے اُسکے وارث
لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ کے لئے غلبہ و تسلط مقرر کیا ہے تو اُسے چاہئے کہ قتل
إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا (سورۃ بنی اسرائیل) مین اسراف نہ کرے کیونکہ یقیناً وہ فتحیاب ہوگا۔“

اس آیت مین مراد ”مظلوم مقتول“ سے حضرت سید الشہداء علیہ السلام، اور مراد ”اُن کے وارث“ سے حضرت حجۃ اللہ المنتظر ہین جو زمان ظہور مین اپنے جد مظلوم کے خونِ ناحق کا بدلہ لین گے۔

ان آیات کے علاوہ بہت سی آیتین ایسی ہین جو حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے حال پر استدلال سے تنزیلاً و تاویلاً منطبق ہین، اور انھین سے جو آیتین عام ہین ان کی فرد اعلیٰ اور مصداق کامل حضرت سید الشہدا

ہین ۔مثل آیۂ ابتلا و آیۂ استقامت و آیۂ اشترا وغیرہ وغیرہ کے۔

احادیث شریفہ کا انتخاب

ارادہ تھا کہ اس انتخاب مین بھی مثل انتخاب اول کے الفاظ احادیث شریفہ کو بعینہا مع ترجمہ اور حوالہ کے پیش کر دین۔ مگر بحفظ طول اُنکے ترجمہ ہی پر خلاصۃً اکتفا کرتے ہین اور کتابون کے حوالے دئے دیتے ہین جو حضرات تطبیق کرنا چاہتے ہون وہ کتب محولہ سے تطبیق کر سکتے ہین۔

ولادت اور ختنہ و عقیقہ

جب امام علیہ السلام پیدا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے داہنے کان مین اذان اور بائین کان مین اقامت فرمائی، اور ساتوین روز ختنہ کیا اور ایک یا دو مینڈھے عقیقہ کئے اور جناب معصومہ سے ارشاد فرمایا کہ اس کے بالون کو وزن کر کے اسکے برابر چاندی کرو۔

تسمیہ

آنحضرت صلعم نے آپ کا نام "حسین" اور کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سید اور طیب اور زکی او سبط اور شہید اور وصی اور مبارک اور المتبقی لمرضات اللہ اور دلیل علی ذات اللہ اور شہید اکبر رکھا اور فرمایا

کہ "مجھے حکم خدا ہوا ہے کہ میں اسکا نام حسین رکھوں" (نزل الابرار علامہ بدخشی)

آنحضرت صلعم کی الفت و محبت

ام الفضل سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے اُس معصوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پر بٹھا دیا، اُس معصوم نے پیشاب کر دیا اور دامن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھر گیا، میں نے اُس معصوم کے ایک چٹکی لی جس کی ایذا سے وہ معصوم رونے لگا۔ حضرت نے عتابانہ فرمایا کہ بول اُسکا قطع نہ کر کہ یہ جامہ میرا پاک ہو جائے گا تو نے اُسکو ناحق رُلا دیا۔ (بحار الانوار بحوالہ مثیر الاحزان)

جب عہد طفلی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرماتے تھے کہ یا علی تم اسکو لے لو۔ جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام امام حسین کو اُٹھا لیتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین رض کے گلوے مبارک کے بوسے لیتے تھے اور روتے تھے۔ امام حسین رض عرض کرتے تھے کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ فرماتے تھے کہ کیونکر نہ روؤں اس لئے کہ میں اُس جگہ کے بوسے لیتا ہوں جہاں تیرے دشمن کی تلوار چلے گی۔

(بحار الانوار بحوالہ کامل الزیارات)

زاذان نے حضرت سلمان رضؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین علیہما السلام کے بارے مین ارشاد فرمایا کہ اے میرے اللہ مین ان دونون سے محبت رکھتا ہون تو تو بھی ان دونون کو محبوب رکھ، اور جو ان دونون کو محبوب رکھے اُسے بھی محبوب رکھ، اور نیز فرمایا اُن جناب صلعم نے کہ جو شخص حسنؑ اور حسینؑ کو دوست رکھے اُسے مین بھی دوست رکھتا ہون، اور جسے مین دوست رکھتا ہون اسے اللہ بھی دوست رکھتا ہے اور جسے اللہ دوست رکھتا ہے اُسے وہ جنت مین داخل کریگا۔ اور جو شخص ان دونون سے دشمنی رکھتا ہے مین بھی اُس کو دشمن جانتا ہون اور جسے مین دشمن جانتا ہون اسے اللہ بھی دشمن رکھتا ہے اُسے وہ جہنم مین داخل کریگا۔

(ارشاد شیخ مضد)

حضرت انس رضؓ کہتے ہین کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ کے اہل بیت مین سے کون آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، فرمایا حسنؑ اور حسینؑ۔ وہ جناب اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے تھے کہ میرے دونون بیٹون کو مجھے بُلا دو پس جب وہ شاہزادے آتے تھے تو حضرت صلعم دونون کی خوشبو سونگھتے تھے اور اُن دونون کو لپٹا لیتے تھے۔ (مطالب السئول بحوالہ صحیح ترمذی)

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہا اُنھوں نے کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہین۔ (مطالب السئول بحوالہ صحیح ترمذی)

اُسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ مین ایک شب کو ایک ضرورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال سے برآمد ہوئے کہ کوئی شے اپنے لباس مین لپیٹے ہوئے تھے مگر مین سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا ہے۔ پس جب مین اپنی حاجت عرض کر چکا تو مین نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے جسے آپ اپنے لباس مین لپیٹے ہین۔ یہ سُنکر حضرت نے اُس شے کو کھول دیا۔ اب جو دیکھتا ہون تو وہ حسنؑ اور حسینؑ ہین جنھین آپ اپنے دونون کولون پر اُٹھائے ہوئے ہین۔ پھر فرمایا کہ یہ دونون میرے فرزند اور میری بیٹی کے فرزند ہین۔ اے اللہ مین ان دونون کو دوست رکھتا ہون، تو بھی ان دونون کو محبوب رکھ، اور جو ان دونون کو محبوب رکھے اُسے بھی محبوب رکھ۔ (مطالب السئول بحوالہ صحیح ترمذی)

نصوص امامت

فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دونون فرزند

میرے امام ہین، قائم ہون یا قاعد، یعنی جہاد کے لئے کھڑے ہون یا نہ کھڑے ہون جیسی اُنکے نزدیک مصلحت ہو۔ (ارشاد شیخ مفید)

جب وقت وفات مولاے زمین وزمن یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام قریب ہوا تو حضرت نے اپنے بھائی محمد حنفیہؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اے محمد! آگاہ ہو کہ حسینؑ بعد میری وفات کے امام ہین، اور یہ منصب اُن کو بوراثت رسول خدا اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین حاصل ہوا ہے اور کتا بہاے خدا مین لکھا ہے کہ وہ خلیفہ و امام ہین، اور خدا جانتا ہے کہ ہم اہل بیت تمام خلائق سے بہتر ہین۔ حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے اختیار کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کو اپنی خلافت کے لئے اختیار کیا اور علیؑ نے مجھے اختیار کیا، اور مین حسینؑ کو اختیار کرتا ہون اور اپنا وصی و جانشین کرتا ہون۔ (بحار جلد عاشر بحوالہ اعلام الہدیٰ)

دربار خداوندی مین سرداران جوانانِ بہشت کی قدر و منزلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک دن ہم جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین حاضر تھے کہ ناگہان جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا روتی ہوئی تشریف لائین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تیرا باپ تجھپر فدا ہو تو کیون روتی ہے۔ عرض کیا کہ حسنینؑ گھر سے نکل گئے ہین۔ نہین معلوم کہان سو رہے ہین۔ حضور نے فرمایا کہ اُن کا خالق اُنپر تجھ سے اور مجھ سے زیادہ مہربان ہے۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر آپ نے دُعا کی کہ اے میرے پروردگار ان کی حفاظت فرما اور اُن کو سلامت رکھ۔

پس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد (صلعم) آپ غمگین نہون، وہ دونون خطیرہ بنی نجار مین سو گئے ہین۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے ایک فرشتہ کو اُن پر مؤکل کر دیا ہے کہ آپ کی حفاظت کرے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام رضوان علیہم کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور خطیرہ مین تشریف لائے اور حسنین علیہما السلام کو ایک دوسرے کے ساتھ لپٹا ہوا اور سوتا ہوا دیکھا، اور وہ فرشتہ جو اُنپر مؤکل تھا اُسنے اپنا ایک بازو اُنکے نیچے بچھایا ہے اور ایک بازو کا اُنپر سایہ کیا ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھک کر ان کو چوما اور جگایا پھر جناب حسنؓ کو داہنے کاندھے پر اور جناب حسینؑ کو بائین کاندھے

پر سوار کیا حضرت ابو بکرؓ راستہ میں ملے انھون نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلعم) مجھے ایک صاحبزادہ کو دے دین کہ مین اُٹھا لون۔ آپ نے فرمایا کہ نہین، سواری بھی نہایت عمدہ ہے اور وہ بھی نہایت عمدہ سوار ہین، اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے،

پھر آپ مسجد مین تشریف لائے اور دونون پانوٗن پر کھڑے ہو گئے اور وہ دونون صاحبزادے آپ کے کندھون پر سوار تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مسلمین! تم کو مین آگاہ کرون اُن دو شخصون سے جو سب آدمیون سے دادا اور دادی کی طرف سے بہتر ہین؟

لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلعم) آپ بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہین کہ اُنکا دادا خدا کا رسول، خاتم الانبیا ہے، اور اُنکی دادی ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد اہل جنت کی عورتون کی سردار ہین۔

پھر فرمایا مین تم کو آگاہ کرون اُن دو شخصون سے جو سب لوگون سے باپ اور مان کی طرف سے بہتر ہون؟ لوگون نے عرض کیا، ہان! آپ نے فرمایا وہ حسنؓ اور حسینؓ ہین کہ ان کا باپ علیؓ بن ابی طالب اور ان کی مان فاطمہؓ ہے جو سب دُنیا کی عورتون کی سردار ہین۔

پھر ارشاد کیا کہ مین تم کو آگاہ کرون ان دو شخصون سے جو سب آدمیون سے چچا اور پھوپھی کی طرف سے بہتر ہین ؟ لوگون نے عرض کیا ہان یا رسول اللہ (صلعم) آپ نے فرمایا کہ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہین کہ اُنکا چچا جعفر طیارؓ اور اُنکی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہین -

پھر آپ نے فرمایا کہ مین تم کو آگاہ کرون اُن دو شخصون سے جو مامون اور خالہ کی طرف سے سب سے بہتر ہین ؟ لوگون نے عرض کیا ہان یا رسول اللہ (صلعم) آپ نے فرمایا کہ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہین کہ ماموں اُن کا قاسم بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خالہ ان کی زینب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی ہے -

پھر آپ نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو جانتا ہے کہ حسنؓ و حسینؓ جنت مین ہونگے اور جو کوئی ان سے محبت کرے گا وہ بھی جنت مین ہوگا، اور جو کوئی ان سے بغض کرے گا وہ دوزخ مین ہوگا

(اخرجہ الملا فی سیرۃ)

عبد و معبود مین راز و نیاز

ایک روز جناب امام حسین علیہ السلام اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تشریف لائے

اور روئے، بعد ازان انسؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ، حضرت انسؓ کہتے ہین کہ مین حضرت کی آنکھ بچا کر ایک گوشہ مین چھپ رہا کہ دیکھون حضرت کیا کرتے ہین، مین نے دیکھا کہ وہ جناب نماز مین مشغول ہوئے۔ جب نماز کو اُس امام مظلوم کے بہت طول ہوا تو مین نزدیک گیا، سُنا مین نے کہ حضرت یہ مناجات درگاہ قاضی الحاجات مین فرماتے تھے:۔

"تو میرا آقا و مولا ہے، پس رحم کر اُس بندہ پر جو پناہ لاتا ہے تیری اور تجھ سے التجا کرتا ہے، اے صاحب بزرگواری و شرف تو ہی میرا محل اعتماد ہے، خوشا حال اُس بندے کا جس کا تو مولا ہو، اور خوشا حال اُسکا جو بندہ اور خادم ہو تیرا اور تمام شب تیرے خوف سے بیدار رہے، اور شکایت تجھ سے اپنی سختی اور بلا کی نہ کرے، اور کسی طرح کی بیماری اور کوئی مرض اُس بندے کو سوا تیری محبت کے نہو۔ اور جس وقت وہ بندہ شکایت اپنے رنج و الم کی کرے تو تو اُسکو قبول کرے اور اُس کے جواب مین ارشاد فرمائے لبیک اے بندے میرے، اور جس وقت وہ بندہ ظلمت و تاریکی مین مبتلا ہو اور بہ تضرع و اخلاص دُعا کرے تو اُسکو اپنے لطف و کرم سے عزت و بزرگی عطا فرمائے اور اپنے قرب مین اُسکو جگہ دے۔"

انس بن مالکؓ کہتے ہین کہ جب حضرت نے یہ اشعار مناجات مین انشا فرمائے تو ایک منادی نے اس مناجات کے جواب مین ندا کی کہ لبیک اے بندہ میرے تو ہم سے نزدیک ہے اور جو کچھ تم نے کہا سب ہم نے سنا اور تیری آواز سننے کے ہمارے ملائکہ مشتاق ہین، پس کافی ہے تجھے کہ ہم نے آواز تیری سنی اور دعا تیری ہمارے پردۂ جلال تک پہونچی، اور کافی ہے تجھے کہ ہم نے پردے تیرے روبرو سے اٹھا دیے - پس جس چیز کو تو چاہے بے طمع اور بے خوف اور بے حساب ہم سے طلب کر، یقیناً مین خدائے عزوجل ہون"

روایت مذکورہ سے جناب امام علیہ السلام کا توکل علی اللہ اور علم الیقین ذات باری تعالیٰ اور آپ کا علو مرتبت حضرت سیدالشہدا ظاہر ہوگیا، اب اس سے زیادہ شرف کیا ہوگا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کیطرف سے اظہار پسندیدگی کیا گیا۔ (بحار الانوار بحوالہ عیون المجالس)

امام مظلوم کی افضلیت

جس طرح امام مظلوم جامۂ بشریت مین اخلاق کریمہ تواضع و زہد و ورع و حلم و کرم و استقلال و صبر و شجاعت وغیرہ وغیرہ مین فرد فرید تھے، اسی طرح فرد فرید معرکۂ شہادت مین بھی تھے۔ قرآن مجید

کی آیت مبارکہ "فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاہِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً" سے ظاہر ہے کہ شہداء کا مرتبہ غیر شہداء سے افضل ہے۔

اب یہ دیکھ لیجئے، بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر، حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کتنے شہداء گزرے اور اُن پر کیا کیا مصائب ہوئے ہیں۔

تاریخ اسلام اور نیز دیگر مذاہب کی تاریخوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ شہادت کے درجے میں امام مظلوم حسین علیہ السلام کی شہادت تمام شہادتوں کی سرتاج ہے، کیونکہ وہ تمام مصائب جو انفرادی حیثیت سے اگلے بزرگان دین پر گزرے تھے وہ سب مجموعی حیثیت سے جناب سید الشہداء امام حسین روحی لہ الفداء پر گزرے، اور اس بندۂ خدا نے نہایت کشادہ پیشانی سے اُن کو قبول فرما کر "صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ" کا گران قدر اعزاز درگاہ رب العزت سے حاصل کر لیا، اور سید الشہداء کے اہم ترین خطاب سے ملقب ہو گئے۔

امام مظلوم کے مصائب

پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نانا

کی دنیا سے رحلت، جناب سیدۂ عالمؑ سے ان کی وفات، جناب شیر خدا علیِ مرتضےٰؑ سے پدر بزرگوار کی شہادت، قوتِ بازو امام حسنؑ کی شہادت (بار خدایا! دُنیا محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ایسی دُشمن ہوگئی کہ اُن کے چھیتے تیغ وزہر کے گھاٹ اُتارے جانے لگے - فاعتبروا یا اولی الابصار)

گویا اب امام مظلوم و معصوم جناب حسین علیہ السلام تنِ تنہا قافلہ سالار اہل بیت صلوات اللہ علیہم باقی رہ گئے ہین - مگر اُن کا بھی چین اور آرام سے رہنا لوگون کو گوارا نہین ہے، یہان تک نوبت پہونچی کہ مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا -

مدینہ منورہ کا چھوڑنا کیسا بلکہ رسول وسیدۂ عالم کی قبر کو چھوڑنا پڑا - حرمِ خدا مین پہونچے -

وہان پہونچنے پر یہ معلوم ہوا کہ اشرارِ امت حرم محترم کی عزت و حرمت کو تباہ و برباد کرین گے اور ہمارا خون یہین بہائین گے - حرمِ خدا کو بھی ترک کیا، اور وہان سے روانہ ہوگئے -

راستہ مین ایک فوج ملی جو اس لئے مامور کی گئی تھی کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ہمراہ لے آوے - مگر حضرت نے اس ذلت کو گوارا کرنا منظور نہ فرمایا - یہان تک کہ کربلا کی زمین تک

پہونچ گئے۔

وہاں کیا تھا؟ تمام دنیا امام مظلوم و معصوم کے خون کی پیاسی تھی۔ امام علیہ السلام سے بیعتِ یزید کا سوال کیا گیا۔ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس فاسق و فاجر کی بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اب مظالم کی ابتدا ہوئی۔

ساتویں محرم الحرام سے خاندان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر پانی بند کر دیا گیا۔ ننھے ننھے معصوم بچے کوزے لئے ہوئے العطش کا شور مچا رہے ہیں مگر پانی کہاں؟ دریائے فرات قریب ہی موجیں مار رہا ہے، اور تمام وحوش وطیور اور جملہ مخلوقِ عالم سگ و خوک تک اُس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ مگر جناب حسین علیہ السلام کے معصوم بچے پانی سے محروم ہیں۔ (پانی تو پانی، ماؤں کا دودھ بھی شدتِ گرما و عطش و خوف سے خشک ہو گیا ہے) اب بچے پئیں تو کیا پئیں۔

پانی کی بندش ہونے کے تین روز بعد لڑائی شروع ہوتی ہے انصار شہید ہوتے ہیں، مگر جناب حسین علیہ السلام سوائے صبر و شکر کے زبان کچھ نہیں لاتے ہیں۔ عباسؑ سا بھائی جو امام حسین السلام کی قوت اور اُنکے لشکر کی عزت تھا سامنے شہید ہو گیا۔ علی اکبر سا نوجوان فرزند جو شبیہ پیغمبر تھا جب کبھی پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی زیارت کو جی چاہتا تھا تو اُن کو دیکھ لیا کرتے تھے، ابھی شادی بھی نہین ہوئی تھی، مان اور بہنون کو شادی کے بہت بہت ارمان تھے مگر جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسکو بھی عزیز نہین رکھا، اور دربار خداوندی مین یہ ہدیہ بھی پیشکش کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جناب حسین علیہ السلام کی کمر خمیدہ ہو گئی تھی۔ اور حضرت اکبرؓ کی شہادت کے بعد امام معصوم حسین علیہ السلام کی آنکھون کا نور رخصت ہو گیا تھا، مگر واہ رے صبر حسین علیہ السلام کہ سوائے شکر کے کچھ زبان سے نہ نکلا۔

ہان ایک اور موقع اس سے بھی بڑھکر نظر آتا ہے۔ جناب حسین مظلوم اپنے شش ماہے بچے کو ہاتھون پر لئے ہوئے اُن نام نہاد مسلمانون سے یہ ارشاد فرما رہے ہین کہ "اے قوم! تم نے میرے بھائی اور میری اولاد اور میرے انصار سب کو قتل کر ڈالا، اب سوائے اس بچہ کے اور کوئی باقی نہین ہے، مگر دیکھو تو سہی کہ یہ بچہ کس طرح پیاس سے جان بلب اور بے حال ہے، اسکو ایک گھونٹ پانی کا پلا دو۔"

دل ہلا دینے والا بلکہ پتھر سے زیادہ سخت دل کو پگھلا دینے والا سوال تھا، مگر جواب کیا ملا؟ تاریخین پکار پکار کر کہہ رہی ہین کہ غیر مصافی لوگون مین آجتک کوئی ایسا بچہ تیر کا نشانہ نہین بنایا گیا۔

امام معصوم علیہ السلام اس کلام کو تمام نہ کرنے پائے تھے کہ دفعتاً ایک تیر سہ شعبہ نے اس بچہ کے گلے کو ایک کان سے دوسرے کان تک عرضاً بریدہ دیا، اور وہ ننھا سا اُسکا باپ کے ہاتھوں پر ڈھل گیا۔ اور وہ بچہ خون اُگل کر باپ کے ہاتھوں پر ٹھنڈا ہو گیا۔

ابھی ابتلا کا دور جناب حسین علیہ السلام سے ختم نہیں ہوا، آپ نے اپنے کو بارگاہ خداوندی میں پیش کیا۔ وداع آخر کے لئے حرم میں گئے۔ وداع کیا تھی ایک قیامت تھی، اس میں جناب امام مظلوم کے صبر کا ایسا نقشہ نظر آتا ہے کہ اللہ کی پناہ! - اُن مصائب کے علاوہ جو جناب سید الشہداء کو پیش پیش تھے سب سے بڑی مصیبت بعد شہادت خود اہلبیت نبوی کی بے حرمتی ہے اور کیسی بے حرمتی اور کن کے ہاتھوں سے بےحرمتی؟ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے، یہ سب مصائب مظلوم کربلا نے بطیب خاطر گوارا کئے۔ ہمیں تو کوئی مثال آفرینش دنیا سے اس وقت تک نہیں ملتی، اُنکا صبر، اُنکا تحمل، اُنکا رضا برضائے الٰہی رہنا، اُنکا استقلال، اُنکی اصولی اور عقلی اور شرعی پابندیاں، اور اصول عقلی و شرعی کی پابندی میں سخت سے سخت آزمائشوں کو باوجود انتہائی شکستہ دلی کے منتہائے قوت قلب سے جھیل کر سنت ابراہیمی کا قائم کرنا، اور حفظ شریعت کے ساتھ اخلاق کے اعلیٰ نمونوں کا دنیا کے سامنے پیش کر کے دنیا بھر کو محو حیرت بنا دینا، جناب

حسین علیہ السلام کے مخصوصات خاصّہ سے ہے جنکی کوئی دوسری مثال دنیا کی تاریخ پیش نہین کرسکتی، آیۃ ابتلا مین خداوند عالم عزاسمہ نے پانچ قسم کی آزمائشون کا ذکر فرمایا ہے، اور اپنے بندگان خاص کو اپنا مخاطب قرار دیکر ارشاد فرماتا ہے کہ:-

"ہم تم سب کا امتحان لین گے اور ضرور آزمائش کرین گے خوف اور بھوک اور نقصان اموال اور نقصان نفوس اور نقصان ثمرات بھی تمھارے امتحان کے سوالات ہین، انھین مین سے کسی شے مین تمھارا امتحان کیا جائیگا۔ اے رسول اُن صبر کرنے والون کو خوشخبری سُنا دو جو مبتلائے مصیبت ہوکر کہتے ہین کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہین اور اُسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہین۔ یہی وہ لوگ ہین جن پر پروردگار کی عنایت و رحمت ہے، اور یہی راہ راست پر ہین"

اس آیت کو بہ غور ملاحظہ فرماکر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جملہ انبیاء علیہم السلام کے مصائب پر نظر دوڑائیے تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ کسی فرد پر مجموعی حیثیت سے مصائب کے پہاڑ نہین ٹوٹے۔

صحف انبیا: حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا، حضرت ایوب، حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مصائب بہت کچھ

قابل لحاظ ہین۔ مگر جناب سید الشہداء کے مصائب اور انکے مصائب زمین و آسمان کا فرق ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار کر دی گئی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسفؑ مین نوحہ کنان رہے، پھر باپ بیٹے دونون مل گئے۔ وقس علیٰ ہذا۔

مگر جناب حسین علیہ السلام کے مصائب خنجر اور گلوے خشک کے بعد ختم ہوئے، اور وہ دنیا کی حیرتناک تاریخ مین آپ ہی اپنی نظیر ہین، اور ان مصائب کے برداشت کرنے والون مین صرف یہی ایک ایسی مقدس ذات ہے جو ان سب کی فرد اعلیٰ و اکمل کہے جانے کی مستحق ہے، خوف سا خوف، بھوک سے بھوک، العظمۃ للہ مال وجان کے نقصان کا کیا ذکر، خاندان بنی ہاشم کے اٹھارہ ممبر اور ممبر بھی کیسے ممبر؟ سچ کہتا ہون، اور مین کیا کہتا ہون تاریخین شہادت دیتی ہین کہ فخر بنی ہاشم تھے جو تیغ کی گھاٹ اُتارے گئے۔

انکی ثمرات مین جناب عبداللہؓ و جناب علی اصغرؓ سے بچون کی شہادت ہے۔ غرضکہ خداوند عالم کی طرف سے آزمائش ہوئی اور خوب ہوئی، اور جناب سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدرجۂ

اتم و اکمل اس کی تکمیل کی۔

لوگ کہتے ہین کہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا، اب ہر سال رونے پیٹنے اور مجالس عزا قائم کرکے گڑے مُردے اُکھاڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ سچ کہتے ہین، مگر وہ لوگ جو رسول صلعم اور آلِ رسول کے صرف قولاً نہین فعلاً بھی پیرو ہین وہ تو وہی کرین گے جو رسول صلعم اور آلِ رسول خود کرتے ہین اور فرماگئے ہین۔

غمِ عاشورہ کا حکم امتِ محمدیہ صلعم مین

بحار الانوار جلد عاشر مین بحوالہ کتاب امالی امام رضا علیہ السلام سے یہ روایت تحریر ہے کہ جو شخص روز عاشورہ کو اپنی حاجات مین کوشش نہ کرے حق تعالی اُسکے درجات دنیوی و دینی بلند کریگا۔ اور جو کوئی روز عاشورہ اوقات اپنے اندوہ و ماتم مین بسر کریگا فردائے قیامت مین اللہ تعالی اُسکو سرور و کامرانی عطا کرے گا، اور ہمارے درجہ مین داخل ہونے سے آنکھین اُسکی روشن ہوجائین گی۔

اور جو شخص عاشورہ کو روز برکت جانے اور اپنے گھر مین برکت کے لئے آزوقہ جمع کرے اُسکے ذخیرہ مین برکت نہو گی، اور حق سبحانہٗ وتعالی اُسکو یزید و زیاد بدنہاد اور ابن سعد کے ساتھ اسفل السافلین

جہنم مین ڈالے گا"

اس روایت سے توریت کی آیت کی کہ "یہ قانون ابدی" ہے تصدیق ہو گئی، فی الاصل یہ غم ایسا ہے کہ قیام قیامت تک رہیگا اور جو اسکا عامل نہین ہے اُس کو اسلام اور ایمان سے کوئی بھی واسطہ نہین ہے۔

خبر شہادت پاکر آنحضرت صلعم کا مغموم ومحزون ہونا

کتب تاریخ وسیر مملو ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر شہادت ملی تو آنحضرت صلعم کمال درجہ محزون ومغموم ہوئے ہین، اور حضرت جبریل علیہ السلام سے یہ حال سُنکر آنحضرت صلعم کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ (فصول مہمہ ابن صباغ مالکی)

آنحضرت صلعم کا خبر شہادت پاکر رونا

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہا شعبی نے کہ جناب امیر المومنین جاتے وقت کربلا کے پاس سے گزرے اور فرات کے کنارے

قریہ نینوا کے مقابل پہونچکر ٹھہر گئے اور پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے؟
عرض کیا گیا کربلا - یہ سنکر وہ جناب اس قدر روئے کہ زمین حضرت
کے آنسوؤن سے تر ہوگئی - پھر فرمایا کہ :-

"مین ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوا، دیکھا کہ وہ جناب رو رہے ہین - یہ دیکھ کر مین نے عرض کیا
کہ آپ کیون رو رہے ہین؟ فرمایا کہ ابھی ابھی جبریل (علیہ السلام) میرے
پاس آئے تھے اور وہ مجھے خبر دے گئے ہین کہ میرا فرزند حسینؑ فرات
کے کنارے موضع کربلا مین قتل کیا جائے گا - پھر جبریل امین نے
ایک مٹھی خاک کی مجھ کو سونگھائی، جسے سونگھ کر مین ضبط نہ کر سکا اور
آنسو بہنے لگے"

اس روایت کو احمد نے اختصاراً حضرت علی علیہ السلام سے
روایت کی ہے، اور ملا نے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت علی علیہ
السلام موضع قبر امام حسین علیہ السلام کے قریب سے گذرے تو ارشاد
فرمایا کہ یہی جگہ اُن کے اونٹون کے بندھنے کی ہے اور یہی جگہ اُن کے
اسباب اُترنے کی ہے، اور یہی جگہ اُن کے خون بہنے کی ہے - کچھ نوجوان
آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مین سے اس میدان مین قتل کئے جائینگے
جن پر زمین و آسمان روئین گے - (صواعق محرقہ ابن حجر مکی طبع مصر ص ۱۱۵)

بعد شہادت حسینؑ مظلوم آنحضرتؐ کا رونا

ابو سعید اشج کہتے ہیں کہ بیان کیا ہم سے ابو خالد احمر نے کہ مجھے زرین نے خبر دی ہے کہ ہم سے سلمٰی انصاریہ نے بیان کیا کہ میں (ایک روز) حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ وہ معظمہ رو رہی ہیں - یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں ؟ - فرمایا کہ :-

"میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ جناب رو رہے ہیں ، اور حضرتؐ کے سرِ اقدس اور ریش مقدس پر خاک پڑی ہوئی ہے - یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کی کیا حالت ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی میں مقتل حسینؑ سے آرہا ہوں ۔" (صحیح ترمذی طبع نول کشور صـــ ۲۲۶ وصواعق محرقہ ابن حجر مکی طبع مصر صـــ ۱۱۵)

زمین و آسمان کا رونا

علامہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "سر الشہادتین" میں سب واقعات تفصیل سے درج فرمائے ہیں -

فرماتے ہیں کہ یوم عاشورا جس پتھر کو اُٹھایا جاتا تھا اُسکے نیچے سے خون تازہ جوش مارتا تھا، زمین و آسمان تیرہ و تاریک ہوگئے تھے۔ آفتاب کو گہن لگ گیا تھا۔ جنات کے نوحہ و ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ غیب سے ایک آہنی قلم نکلا جس نے پتھر کی دیوار پر ایک شعر کندہ کیا جس کا مطلب یہ ہے:-

"کیا (حضرت) حسین (علیہ السلام) کے قاتل فردائے قیامت میں اُن کے نانا کی شفاعت کے امیدوار ہیں؟"

غمِ عاشورہ اور مجلس عزا قائم کرنا اسوہ حسنہ ہے

جبکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر شہادت پاکر حالِ حیات و وفات میں رونا اور پریشان حال ہونا ثابت ہوگیا تو مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے رسول کی پیروی میں بروز عاشوراء حزن و اندوہ میں بسر کریں، اور مجلس عزا برپا کریں، ورنہ اپنے کو سُنّت نبوی کا عامل کہنا چھوڑ دیں۔

بزرگان دین برابر اس کو قائم کئے رہے۔ علامۂ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی عزیزیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ علامہ ممدوح کے یہاں ہر سال ماہ محرم میں مجالس برپا ہوتی تھیں

اور مراثی پڑھے جاتے تھے۔ اور یوم عاشورہ غم و الم مین بسر کرتے تھے۔

تعزیہ داری

اب رہا یہ امر کہ واقعۂ کربلا کی یادگاری مین تعزیہ اور علم کا رکھنا اور بنانا جائز ہے یا نہین؟

یہ مسئلہ جواز گریہ و بکا کے ثبوت کے بعد خود بخود صاف ہو جاتا ہے کیونکہ اگر گریہ و بکا جائز بلکہ مستحب، بلکہ اداے حقوق اہل بیت کا موجب اور رسول اللہ صلعم کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ جیسا کہ دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہے، تو پھر جو امور اُسکا مقدمہ اور ذریعہ ہین وہ سب بھی جائز و مستحب ہونگے۔ کیونکہ مقدمہ واجب کا واجب اور مقدمہ مستحب کا مستحب ہونا دلیل و برہان کا محتاج نہین ہے۔ اور ہر امر کی حلت و حرمت اُسکے اسباب و علل کے مُہیا ہونے پر منحصر ہے۔ شادی ہو یا غم، محفلِ میلاد ہو یا مجلسِ ماتم، سب ہی اس قانون کلی کے ماتحت ہین اور اسی وجہ سے جو لوگ محفلِ میلاد کو جائز و مستحب جانتے ہین وہ اُسکے اسباب و مقدمات اور اُسکی آرائشون کے جواز و استحباب مین بھی کوئی کلام نہین کرتے۔ اور جو لوگ گریہ و بکا اور مجلس عزاے مظلوم

کربلا کو جائز و مستحب اور اسوۂ رسول سمجھتے ہین وہ تعزیہ اور علم کو بھی واقعۂ کربلا کا تذکرہ سمجھ کر کوئی کلام نہین کرتے۔

اب رہا شبہہ تصویر کا تو واضح رہے کہ تصویر فقط ذی روح کی ناجائز ہے جبکہ وہ لکڑی یا پتھر یا مٹی وغیرہ سے بنائی جائے اور اُسپر مجسمہ کا اطلاق ہو سکے، اور تعزیہ و علم کسی ذی روح کی تصویر ہے نہ اُسپر مجسمہ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

تعزیہ کو بعینہٖ اُسی لائن پر سمجھ لیجئے جس لائن پر حضرت عائشہ رضؓ کا محمل بنایا جاتا ہے اور حج کے موقع پر وہ لایا جاتا ہے، اور جس کا احترام ممالک اسلام کرتے ہین۔ حضرت شاہ علی حسین صاحب مرحوم جائسی سجادہ نشین جائس سے اکثر تعزیہ داری کے متعلق سوال کئے جاتے تھے۔ ممدوح نے سوالات کے جواب مین ایک شعر ارشاد فرمایا ہے جس سے اُنکے عقیدہ پر کافی روشنی پڑسکتی ہے:- ؎

سوالے می کنی ہر جا عبث از تعزیہ داری + برائے عاشقِ صادق چہ حاجت ہست استفتا

تعزیہ داری کے جواز مین جناب مولوی محمد محبیب اللہ صاحب مرحوم وکیل گورکھپور نے اپنے جد امجد جناب مولانا شاہ محمد ولی اللہ صاحب کے ایما سے ایک کتاب "تعبیہ در بیان تعزیہ" لکھی ہے جس مین صحیح ترمذی وغیرہ کے حوالے و نیز بزرگان دین کے طرز عمل سے تعزیہ داری کے جواز مین تفصیل سے

مکتوب اشرفی مین ہے کہ روز عاشورہ ایک ضعیف عورت کو مین نے
دیکھا کہ دو تربتین امامین علیہم السلام کی اپنے سر پر رکھے اور اپنے چہرے کو
اندوہگین بنائے روتی ہوئی تعزیہ دارون کے ہمراہ اُنھین دفن کرنے کیلئے جا رہی
تھی، مین نے (یعنی مخدوم صاحب کچھوچھہ شریف) اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا کہ
روح پر فتوح حضرت رسول خدا و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گرد تربت منورہ کے
پھرتی ہین اور گریہ و بکا فرماتی ہین، فقیر یہ دیکھ کر دوڑا اور تربت کو بوسہ دیکر
اپنے سر پر اُٹھا کر ہمراہ ضعیفہ کے اسکے دفن مین شریک ہوا، اور اُسوقت سے
منجملہ سامان عزاداری جناب امامین علیہما السلام مہیا کرنے مین مصروف ہوا
اور اپنے خادمون اور رفیقون کو عزاداری کی تاکید کی کہ وہ ہرگز عزاداری سے
غافل نہ رہین کہ تعزیت امامین علیہما السلام مین بڑا ثواب ہے۔

آخر کلام مین ہم جناب حکیم تہیم صاحب دامت مکارمہم کے شکر گزار ہین
جنکی وجہ سے ہمین اپنے خیالات کے اظہار کا موقع ملا۔ خدا کرے کہ یہ مختصر
تحریر مقبول دربار حسین ہو کر خوشنودی خدا کا باعث ہو۔ والسلام۔

سید نذیر حسین زیدی۔ گورکھپور محلہ خونی پور

۱۵/ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء

الله اکبر

شاه است حسین پادشاه است حسین
دین است حسین دین پناه است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا که بنای لا اله است حسین

سنہ ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ ہندو قوم

جو

شہیدانِ کربلا کی فدائی تھی

ہندوستان کے میدانی اقوام مین جو گنگا، جمنا، سرجو، گھاگرا کے حواشی، اور الہ آباد، بنارس اور گورکھپور کی زرخیز اور مردم خیز کمشنریون مین آباد ہین، برہمنون کی ایک کثیر التعداد قوم "بھومیہار" ہے اس قوم کے نوجوانون کے مضبوط اور خوبصورت ڈیل ڈول، اُسکے گورے چٹے پنڈے اور اُس کی زمینداریان اور زمانہ حال کی ترقیون سے

اس کا الامال ہونا، یہ سب اُسکے امتیازی خصوصیات ہین جو اُسکی
جانب تحقیق کی نظر کو بے ساختہ بلند کرتے ہین۔

اصل مین یہ لفظ "موہینہال" تھا، رفتہ رفتہ "بھومینہار" ہوگیا۔
انھین کو پورب کے اضلاع مین "باھمن" بھی کہتے ہین، یہ لوگ
وسط ایشیا کے آریا جنم بھوم سے آئے تھے، اور تمام جوہر آقائیت
کے ان مین تھے، مضبوط، رہ نورد، بہادر تھے، عزم راسخ اور حق
کی حمایت اُن کا شیوہ تھا۔

ان کو "موہیال" یعنی "موہی" بمعنی زمین، اور وال یا والا
اضافی نسبت سے "زمین والا" کہتے تھے، اس کی سات ذاتین ہین
دت، ویدؔ، چھیبر، بلی، موہار، لاؤ، بھومینوال - اس قوم کے
کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب، وسط ایشیا، افغانستان
اور ایران ایسے ممالک مین اپنے ڈنکے بجا چکے ہین -

آج بھی عالی جناب مہاراجہ صاحب بہادر بنارس، مہاراجہ صاحب
بتیا، مہاراجہ صاحب بہادر ہتھوا، مہاراجہ صاحب بہادر ٹیکاری
مہاراجہ صاحب بہادر لال گولا، اور مہاراجہ صاحب تکوہی وغیرہم

اسی قوم "بھوئیںہار" کے مشاہیر سے ہین۔

تاریخی حیثیت سے ظاہر ہے کہ اس قوم کا نشان مہابھارت سے پہلے تھا، اُس زمانے سے لیکر اس وقت تک یہ لوگ ہندوستان کے ہر شعبۂ علم اور عمل مین دلچسپی لیتے رہے، انکے خاندانی خطابات مہتا، بخشی، رائے زادہ، ملک اور رائے سے ظاہر ہے کہ وہ ہندوستان کے مختلف دورِ حاکمیت مین صاحبِ خطاب اثر تھے۔

ان کا سلسلہ صوبۂ بہار، اور صوبجات متحدہ اور پنجاب مین اولپنڈی، جہیلم، سیالکوٹ، گرداسپور، ہوشیارپور اور جالندھر مین بہت دور تک بڑی تعداد مین پھیلا ہے۔

اس قوم کی "دت" ذات اور ذاتون مین بہت مشہور ہے "دت" کہا جاتا ہے کہ سنسکرت کے لفظ "داتا" کا اختصار ہے اور "داتا" کے معنے "فیاض" کے ہین۔

چونکہ یہ قوم بہت اولوالعزم، جنگجو اور سیاح تھی اس لئے اُسکے کارنامون اور چرچون سے کہاوتین، کبتون، مثلون، اور کہانیون کو زینت دیتے ہین۔

حال مین عراق عرب کے ریگ زارون مین اور قدامت کے برآمد شدہ ڈیرون مین ایسے آثار نمودار ہوئے ہین جن سے کبھی منادر اور دیول کے ہونے کا شبہہ ہوتا ہے۔ غالبًا یہ اسی قوم کے باقیماندہ عبادت خانون کے مدفون اور مرحوم نشانات ہین۔

افغانستان مین بڑے بڑے عہدون اور ذمہ داریون کے مالک یہ دت "ذات بھوئیہار" کے برہمن ہین۔ انکے عادات، اور معاشرتی انداز بتا رہے ہین کہ ان کو ہمیشہ جہان نوردی، قوت آزمائی، اور سچائی کی حمایت کا شوق تھا۔ ان کے ساتھ بھاٹ شاعر، کبت گو، منجملہ اور لوازمات قافلہ آرائی کے ہوتے تھے۔ یہ ذریات اس ذات کے حُسن و عشق کے کارنامون، جنگ و جدال کے واقعات اور سیاحانہ فتوحات ممالک و قطعات کو مختلف طریقون سے نظم اور شاعرانہ تلمیحات کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔ انکا فرض ہوتا تھا کہ شادی اور غمی کے موقعون پر جب "دت" ذات کے مشاہیر اور اکابر کا مجمع ہوتا تھا تو اپنی اپنی شاعری سے انکو خوش کرتے اور طالبِ انعام ہوتے تھے۔

پُرانے ہندوستان کی نہایت دلچسپ اور صحیح یادگار زمانگان
آٹھے، پچڑے اور قصے کے اندر محفوظ ہین - اسی قسم کا ایک کبت
"وت" ذات مین اب تک سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے، جو ظاہر کرتا ہے
کہ "دت" ذات کے آبا واجداد کسی زمانہ مین نخلستان عرب مین خانہ
بدوشی کے ممنون تھے - اور اس صحرائی قدرتی زندگی کے ساتھ
ساتھ اپنے تمامی قومی لوازم اور خصوصیات کو رکھتے تھے - وہ نہ
صرف صحرائی باشندے تھے بلکہ وہان کے عربی قبائل کے اقدام
اور مبارزات باہمی مین ایک نہ ایک فریق کے مددگار اور شریک کار
ہوتے تھے، دت ذات کا شیوہ تھا کہ وہ ممالک اور قطعات عالم
کو روندا کرتی تھی، کوہ و دریا کو طے کرتی تھی، اور اس سیاحانہ گردش
ارضی مین جہان کہین کوئی بہادرانہ معرکہ گرم ہوتا تھا اُس مین مظلوم
کے ساتھ ہو کر حق بحقدار کے لئے سرفروشی کرتے تھے - اسی طرح وہ
شہادت گاہ کربلا مین مظلومون کے ساتھ ہو کر یزیدی لشکر کے خلاف
صف آرا رہے اور اپنی قوم کے سات پہلوانون اور نبرد آزماؤن کو
"نذر حسین رض" کر دیا -

اس قوم کا جو کبت انگریزی تاریخ کے ضمیمہ جات مین مرقوم ہے
وہ شاہد ہے کہ یہ ذاتِ برہمن عرب مین شریف اور معزز خیال کیجاتی
تھی، وہان اسکا اقتدار تھا۔ اسکو اہلبیت سے خاص شغف اور عقیدتمندی
تھی، اور یہ ایک خدا کے ماننے والے تھے، چونکہ کبت مکمل نہین ہے اور
زبان اسکی قدیم پنجابی ہے اس لئے بہت سے امور اُفق قدامت مین دُھندلے
نظر آتے ہین، ایک بیان جو اسکے اشعار سے مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے
کہ جب شہدائے کربلا آسودۂ شہادت ہو چکے اور امتحان و ابتلا کی تمام
حجت اپنے اوپر ختم کر چکے تو اسی ذات دت برہمن کے ایک نامور سردار
راہب نامی نے بقیۃ السیف و اماندگان حق کی حفاظت مین اپنے
بہترین فرزندونکو یکے بعد دیگرے قربان کر دیا، یہان تک کہ وہ ذبیح
حسینی کے سامان بےکسی سے بیحد دلگیر ہوکر عرب کو خیرباد کہا اور
ہندوستان چلے آئے۔ مگر اسکے اندر بعض اشارات ایسے ہین جن سے
انتقام حسین رض کا کنایہ ظاہر ہے۔ غالبًا حضرت مختار جنے خون
حسین رض کا بدلا لیا تھا، اور کوفہ کو یزیدیونکے خون سے سُرخ اور شاداب کیا
تھا، اُسوقت دت ذات کا راہب نامی سردار اپنی فوج کے ساتھ شریک

حضرت مختارؓ رہا ہوگا، کیونکہ خون حسینؓ کا بدلہ لینے اور کوفہ کے تاراج کرنیکی خوشی کا اثر کبت مین ہے، یا کربلا کے معرکۂ کارزار اور انتقام حسینؓ کے مجاہدات دونون موقعون پر راہب اور اُسکے جان نثاران طرفدار امام مظلوم رہے بہرحال وہ فدائیان امام حسینؓ مین رہے۔ رائے زادہ رتن چند ویدمرحوم نے اپنی تاریخ موہنیال مین لکھا ہے کہ جب راجہ پورس اور سکندر اعظم سے جہلم کے قریب جنگ ہوئی تھی تو موہنیال لوگ راجہ کے شریک تھے۔ سکندر کو اس قوم کی بہادری دیکھکر ان سے ایسی دلچسپی ہوئی کہ وہ اپنے ساتھ ایک فوج اسی ذات کے جوانونکی لیکر واپس گیا۔ یہی جماعت فوجی عرب اور مقدونیہ مین پھیلی اور سرگرم کارزار رہی۔ گمان غالب ہے کہ یہی منتخب جماعت عرب مین آباد ہوگئی اور اسی نے شہدائے کربلا کی رفاقت اور خدمت اپنی فطرت بہادرانہ سے اپنے لئے سعادت دارین سمجھکر اپنے خون سے کی ہو۔

ایک اور بیان ہے کہ مہابھارت کی خونریز اور بھارت کش اور تباہ کن جنگ کے بعد "درون اچاریہ" کا بیٹا "اسستھوتھم" عرب کی سمت جلاوطن کیا گیا تھا، اسکے ساتھ اُسکی ایک بڑی جماعت نے بھی اپنے آپ کو جلاوطن قرار دیا اور اسکے جلو مین عرب اور اُسکے سر ابستانو نمین زندگی

بسر کی۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دت برہمن اولوالعزم اور جہانبان تھے، انکی بڑی تعداد وسط ایشیا اور خصوصًا افغانستان اور کافرستان مین پہونچکر آباد ہو گئی، انکا بڑا حصہ اسلام کی سادگی، خداپرستی اور تہذیب سے اثر پذیر ہو کر بعد کو مسلمان ہو گیا، اور پٹھانون مین جذب ہو گیا۔ اسکے علاوہ ان دت ذات کے برہمنونکے متعلق جنگنامہ (صفحات ۱۷۵ و ۱۷۶) مصنفۂ احمد صاحب پنجابی، اور گجرات کی رپورٹ بندوبست ۱۸۶۸ء مرتبۂ مرزا محمد عظیم بیگ مین لکھا ہے کہ انکا مورث اعلیٰ واقعہ کربلا کے بعد دینانگر ضلع سیالکوٹ مین آکر رہ گیا، پھر شیرشاہ کے زمانہ مین قصبہ رہتس اور وہان سے "کریالی" مین جاکر رہ گئے۔ (رپورٹ گجرات ص ۲۴۲)

اس طرح اس اقتباس کے بعد ظاہر ہوا کہ انکے مورث ضرور بالضرور کبھی نہ کبھی عرب مین تھے اور وہین سے آکر وہ پنجاب کے اضلاع مین رہنے لگے تھے، اس مورث کا نام راہب تھا، اسکے سات لڑکے خون حسین رضؓ کے انتقام لینے مین کام آگئے۔

جو تاریخ ایک یورپی مؤرخ نے اس قوم کی لکھی ہو اسمین ان فرزندان راہب کے نام ساہوس رلے، ہرجاس رلے، شیر خان، رام سنگھ رلے پوہن

دھوروا اور پورہ لکھا ہے بعض کتب روایات اسلام مین بھی راہب اور
اُسکے بیٹون کا ذکر آیا ہے۔ بہر نوع وہ کبت بھی اسی تاریخ سے نقل کیا جاتا
ہے ممکن ہے کہ آگے چل کر "حسین پوتھی" نامی کتاب بھی ہم کو ملجاوے، یہ کتاب
دت لوگ عرب سے اپنے ساتھ لائے تھے اور اُسمین جملہ حالات شہادت
امام مظلوم علیہ السلام کے محفوظ و قلمبند تھے۔ سنا گیا ہے کہ اُسکو برکت اور
ثواب کے خیال سے خاص موقعون پر پڑھتے تھے، ہمارا خیال ہے کہ اسی
قوم کے نیک اور مضبوط اعتقادات سے جو وہ شہدائے کربلا کے ساتھ رکھتے
تھے ہندوستان کے عام ہندو اقوام مین محرم کی عظمت اور محبت بڑھی
اور ایک گونہ اسلام کی صداقت اور دیانت آشکارا ہوئی۔

"وہ مشہور کبت جو اس قوم مین فخریہ مشہور ہے"

۱- سدھ بھوجھا کی مانش مین دت نام سُلطان
سدھ بیوگ جو بیرجی عرب کیو استھان

۲- عرب کیو استھان سیر سدھائی ہویو
پنج پروہت بھئے برہم آد گور جانکا دھیو

۳- بہار دو راج جو رکھئے جی جن کی سنتان

سر دیجے نام حسینؓ کے عرب کیو استھان

۴۔ سدھ وت کے مہنہ بچی سہیس رلے پران
ہرس راے جو وت جی رکھین ٹیک جو میدان

۵۔ رکھین ٹیک میدان شیر جو کن شستر دھاری
رام شبیہ بلون بھرلین برچھی جو کٹاری

۶۔ راے پُن پن آتمی کرین دیس جو دھیان
دھارو میرو جو وت تاین عرب کیو استھان

۷۔ چڑھے عرب سے دت بڑھے جو دھے بلکاری
بیجے سہے ستری بھیر نال فوجان اسواری

۸۔ سب پرکار جو لشکری ویش وچ جو چھاگو
چڑھیو وت بادشاہ جو لوگ دیکھ اچرج بھیو

۹ جُٹے وت جو بیر سارو لڑک مچائی
سب ستروکو مار بیچ رن پھیرے دُہائی

۱۰۔ سب کائر گئے بھاگ جاونہ سے نظر نہ آدین
مردو دی حسینؑ قدم پیچھے نہ پاوین

۱۱- لڑیو دت وِل کہت جی لوک سثا کا پڑھیو
چڑھیو دت وِل گہ جی گڈھ کوفہ جا لوٹیو

۱۲- بیجے بھیر کو چوٹ فتح میدان جو پائی
بدلہ لیا حسینؓ کا دھن دھن کرے لکائی

۱۳- راہب کی جو جد نسل حسینؓ جو آئی
دے سات فرزند بھئی قبول کمائی

۱۴- جو حسینؓ کی جد ہے دت نام سب ھیایو
عرب شہر کے بیچ بین راہب تخت بیٹھایو

۱۵- ہرپا بندر چھوڑیا تان پکڑ لئے تلوارا
آئے ڈرے پھر روم شام بجائے نقارا

۱۶ پھر غزنی لیا آئے کے پھیر بخارا
گئے کنارے سندھ دے سہت قندھارا

۱۷- پھر آئے چڑھے اٹک تھیں ملک پنجاب سدھارا

ترجمہ و مطلب

(۱) سندھ بھوگر دت جس نے اپنا لقب سلطان اختیار کیا تھا ایک جنگجو سپاہی

تھا اور وہ سدھ جھوجھا کی نسل سے اور عرب میں کونت پذیر ہوگیا
تھا، (سدھ بزرگ اور ولی کو کہتے ہیں)

(۲) عرب میں قیام پذیر ہونیکی وجہ سے وہ میر سدھانی کے لقب سے پکارے گئے، وہ برہم آد کی پرستش کرتے تھے اور پنج کو اپنا پرہت مانتے تھے۔ یعنی ایک "برہم" (خدا) کی عبادت کرتے تھے۔ اور "پنج" (غالباً) پانچ پیر (ہندوستان میں ایک فرقہ ہندوؤں کا ہے جو پانچ مسلمان اولیاء کا ماننے والا ہے) کو اپنا پیشوا خیال کرتے تھے۔

(۳) وہ بہار دواج کی نسل سے تھے جو ایک بزرگ اور فقیر تھے، وہ عرب میں آباد ہوئے تھے کہ اپنا سر حسین کی خاطر قربان کریں۔

(۴) مشہور و معروف ساہیس رائے اور ہرس رائے سدھ دت کے لڑکے تھے، اور یہ بہادر لوگ تھے، یہ میدان جنگ میں عزت و غیرت کی خاطر "بات کی ٹیک" پر لڑتے تھے۔

(۵) میدان جنگ میں بات کی خاطر وہ شیروں کی طرح مردانہ ہیں، وہ میدان میں خنجر بکف اور رام کی طرح شہزور اور بل دکھانیوالے ہیں
(۶) رائے پن ایک پاک نفس شخص ہے۔ وہ وطن کی بھلائی کو

ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے، دھاروییر دت کے تمام خاندان نے عرب کو اپنا وطن بنایا۔

(۷) جب یہ بہادر جانباز دت عرب سے نکلے تو اُنکی فوجین (سوار اور پیدل) نفیری اور ڈھول کے پُرشور ترانون کے ساتھ بڑھین۔

(۸) دت بادشاہ نہایت تزک و احتشام برچھی اور ڈھال سے مسلح اور آراستہ تھا، وہ اس شان سے تمام مُلک پر چھا گیا تھا۔

(۹) بہادر دت نے نہایت درجہ فیصلہ کن جنگ کی، بڑے بڑے سورماؤنکو تہ تیغ کیا اور رن مین اپنے زور سے دُہائی مچا دی۔

(۱۰) بُزدل سب بھاگ کر نظر سے غائب ہوگئے، دت لوگون نے حضرت امام حسین رضؓ کی پوری پوری مدد کی اور ایک قدم بھی میدان سے پیچھے نہین ہٹے۔

(۱۰) جان نثاران و جانبازان دت نے نہایت بہادری کی، وہ میدان جنگ مین خوب لڑے اور قلعہ کوفہ کو انھون نے تاخت و تاراج کیا۔

(۱۱) جب انھون نے میدان مین فتح پائی تو خوب خوشی اور فتح کے نقارے بجائے گئے۔ شور ہوا کہ (قتل حسین رضؓ) کا بدلہ لے لیا گیا، اور لوگون نے نعرہ ہائے مُسرت و کامرانی بلند کئے۔

(۱۳) راہب کے سات لڑکوں نے حسینؓ کی رفاقت کا حق ادا کیا، اُنھوں نے مظلوم شہید پر اپنی جانیں قربان کر دیں، اور اس طرح حق رفاقت و محبت پورا کیا۔ "بھئی قبول کمائی"۔ یہ قبولیت اور یہ کمائی نہایت درجہ معنی خیز ہے۔ اور انتہائی محبت کی دلیل ہے کہ سات لڑکوں کی بھینٹ چڑھانے کے بعد اسکو ایک مآل کار حیات سمجھا۔

(۱۴) اے حسینؓ کی اولاد میں ہونے والو اور اے حسینؓ کے نام لیواؤ تمھارا فرض ہے کہ تم دت لوگوں کو نہ بھلاؤ، یہ وہ دت تھا جو حسینؓ کے خاتمہ سے کبھی عرب میں حکمران تھا۔

(۱۵) ہریا کے بندرگاہ سے روانہ ہو کر تلوار بلند کئے ہوئے روم و شام میں نقارہ بجاتے واپس آئے۔

(۱۶) آگے بڑھکر غزنی لیا اور بلخ و بخارا فتح کیا۔ پھر سندھ کیطرف رُخ کیا اور قندھار کو اپنے قبضہ میں کیا۔

(۱۷) دریائے اٹک کو عبور کرکے پنجاب میں داخل ہوئے جہاں سے زمانۂ قدیم میں وہ عرب کی طرف راہی ہوئے تھے۔

یہ نظم ابھی ناکمل حالت میں ہم کو ملی ہے ہم اسکو تمام و کمال

دیکھ کر اسکے اوپر نقد و تبصرہ کر سکتے ہین۔ اس وقت کم سے کم اس سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غیر مسلم اقوام مین جو شہدائے کربلا کی محبت اور
عقیدتمندی ہے۔ اسکا سبب دت ذات کے مشاہدات اور وہ
چشمدید واقعات ہین جن کا پتہ "حسین پوتھی" اور اس قسم کی کتھون
اور خاندانی رزمیہ نظمون مین ہے۔

"حسینی برہمن"

غازی پور کے مرحوم رائے بہادر سالک رام کے پاس کچھ اسی
قسم کی روایتین اور نظمین تھین۔ انھین سے معلوم ہوا کہ حسینی برہمن بھی
ہوتے ہین، وہ خود اپنے آپ کو حسینی برہمن کہتے تھے۔ چند دعائین
اور دوائین سینہ بہ سینہ اُنکے علم مین تھین۔ ایک روز دیکھا گیا کہ کچھ
عورتین اپنے بچون کو لئے اُن کے پاس آئین۔ اُنھون نے کچھ پڑھا
اور پڑھکر اُن بچون پر دم کیا۔ معلوم ہوا کہ "گل سوئے" (گالون کی
سوجن) کا علاج محض دعا سے کرتے ہین۔ دریافت کرنے پر معلوم
ہوا کہ عرب سے اُنکے آبا و اجداد جو تصرفات لیکر آئے تھے یہ اُسکا اثر ہے۔ غالباً
کشمیر اور پنجاب مین "حسینی برہمن" بہت ہونگے کیونکہ غازیپور کے اس

خاندان کی قرابتین انھین اطراف مین ہین۔

حسین رضؓ کے نام لیواؤ!

نظم مقتبسہ کے اندر ایک التجا ہے کہ جو لوگ حسین رضؓ کے ماننے والے ہین اُنکو لازم ہے کہ وہ دت برہمنون کو نہ بھولین بلکہ ہمیشہ یاد رکھین اور اُنکا لحاظ کرین۔

ہمارا خیال ہے کہ ہر مسلمان کو اس ذات کے ادنیٰ اور اعلیٰ کے ساتھ حضرت امام حسین رضؓ کے خون پاک کی خاطر جس کے انتقام لینے مین وہ کام آگئے لطف وکرم کا برتاؤ کرنا چاہئیے، بلکہ ہر ہندو ذات کے ساتھ محبت اور اخلاق سے پیش آنا چاہئیے۔ اُنکی غلط فہمیون اور زیادتیون پر صبر اور تحمل کرنا چاہئیے۔ اسلام مین خون حسین رضؓ کی قیمت بہت بڑی ہی اور جو ذرا بھی اس خون سے متاثر ہے ہمارے بہترین جذبات اخلاق وکرم کا مستحق ہے۔ اے کاش! ہندو اور مسلمان اپنی تفریقین خون حسین رضؓ کے خیال سے مٹا دین۔ انکو خیال کرنا چاہئیے کہ کل وہ لوگ دوش بدوش میدان کربلا مین صف استبداد وجبر کے خلاف کھڑے تھے۔ (سید شاہ نذیر ہاشمی)

اس صفحہ سے ۴۹ کا سلسلہ ہوگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تو نے سر دے کے کیا دین کا سکہ جاری

اللہ اللہ رے عجب رتبۂ عالی داری

آج جبکہ دُنیا مین ہوائی جہازون، تلوارون اور توپون کی گرج سے ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ تک گونج رہے ہین۔ آج جبکہ لاکھون آدمیون کے خون سے سمندر اور نہرارون دشت و کوہسار خون کے تماشاگاہ بن رہے ہین، اور جبکہ تمام عالم مین حب الوطنی، جان نثاری، اور قربانی کرنے کا ولولہ ہر شخص مین گرم ہے تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہین ہے کہ ہماری نظرین دُنیا کے ایک ایسے پردے کی طرف اُٹھین جہان آج کے بہت پہلے حب الوطنی، جان نثاری، قربانی اور قومی غیرت کا

مقدس و معظم نمونہ نمایان ہو چکا ہے۔ گو کہ ہزارون ماضیت اور تاریخی انقلابات
اُسوقت سے اِسوقت تک حائل ہین لیکن اُس کی انتہائی حمیت و غیرت
اور حق پرستی ہر قوم سے داد طلب کئے بغیر نہین رہی۔

فطرت انسانی کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے ہمرنگ اور مشابہ واقعات
کو یاد کرتی ہے، بہادرون کی بہادری سے بہادر یاد آتے ہین، جان
نثارون کی جان نثاری سے جان نثار یاد آتے ہین، سرفروشون کی
سرفروشی سے سرفروش یاد آتے ہین، اسی سلئے اسوقت کی جانباز
جنگ اور دل ہلادینے والی انسانی قربانی سے یہ بات تازہ ہوسکتی ہو
کہ اس سے پہلے خدا کا ایک بندہ محض خدا کی راہ مین اپنے آپ کو ذبح
کرا چکا ہے۔ ممکن نہین کہ جب حمیت و غیرت کے مست اور بیخود
کرنے والے ترانے چھیڑے ہوئے ہون اور انہین سُن کر حمیت اور
غیرت کے کارنامے یاد نہ آجائین، خاصکر اس سلئے کہ دنیا بہادری
اور سرفروشی کا فیصلہ کرنے کے لئے بہت سے خونی تماشے دیکھ رہی ہو
اس سلئے کہ کوئی ایسا متنفس نہین پایا جاتا جس کی سرفروشی اور بہادری
پہ تمام مؤرخون کا اتفاق ہو، مگر وہ کربلا کے فاتح شہید کی ذات اقدس ہے

جس پر تمام لوگون کا اتفاق ہے، دنیا مین صرف وہی لوگ فاتح نہین مانے جاتے جو بہت زیادہ آدمیون کا خون بہا کر کسی قوم اور ملک پر قبضہ کرتے ہین، بلکہ فاتح اُس کو بھی کہتے ہین جو اپنی جان دے کر کسی معرفت اور اصول کے لئے ہمیشہ کے واسطے روشنی کا ایک مینار یا فولاد کا ایک کوہ بنکر صفحۂ تاریخ پر قائم ہوتا ہے۔

کامیابیان کئی قسم کی ہوا کرتی ہین، مگر سب سے زیادہ روشن کامیابی وہ ہوتی ہے جو کسی امر حق کی راہ مین نصیب ہوتی ہے، اس راہ مین اگر فنا بھی ہو جائے تو اُس فنا کو بقا سمجھتے ہین، کربلا کے "شہید اعظم" کہتے ہین۔ کیونکہ اصل فتح ناحق کوشون کے بالمقابل انھین کو ہوئی۔ مؤرخین عالم اس واقعہ پر طرح طرح کے پہلو سے بحث کر چکے ہین۔ لیکن تازہ ترین تحقیقات ایک جرمن فاضل اجل نے کی ہے جو کتاب کی صورت مین شایع ہو چکی ہے، اسکا تھوڑا سا ترجمہ مولوی صلاح الدین خدا بخش خان نے انگریزی مین کیا ہے۔

جس طرح اہل جرمن اور فنون مین دنیا کی کسی قوم سے کم نہین ہین، اُسی طرح علم اور تحقیقاتِ قدیم و جدید مین بھی بہت شہرت حاصل

کر چکے ہین - جرمنی مین بڑے بڑے کتبخانے عربی، فارسی اور سنسکرت کے موجود ہین، اور وہان زبانون کے عالم بکثرت موجود ہین - جس مؤرخ نے مسئلہ شہادت کربلا پر محققانہ نظر ڈالی ہے، اُس نے عربی لاطینی اور فارسی علمی ذخیرون سے ایسے اچھے اقتباسات کئے ہین کہ پڑھنے والا اُسکی محنت کی تعریف کریگا -

پہلا سوال اُس نے یہ کیا ہے کہ "کیا حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کربلا مین مُلک گیری اور حکمرانی کے لئے لڑ رہے تھے؟" اس سوال پر اُس نے تاریخی اور قومی کارنامون کے حوالے سے دلچسپ بحث کی ہے کہ ہم اسکی مثال کسی اور دوسری جگہ نہین پاتے وہ لکھتا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام صرف بنی ہاشم ہی کے افراد سے تعلق نہین رکھتے تھے بلکہ اپنے عہد مین تمام عرب اور اُسکے نواح مین اپنی عالی نسبی، اپنی ذاتی علمی قابلیت اور اپنے زہد و تقوی کی وجہ سے نہایت مشہور اور ممتاز تھے - دُنیا کا قاعدہ ہے کہ وہ پاک نفوس کی طرف بڑھتی ہے، کوئی سلطنت قائم کرنا چاہتے تو بہت پہلے ایسا کرنے مین کامیاب ہو جاتے

لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بنی ہاشم کے قدیم مخالف پھر بھی مخالفت پر تلے ہوئے ہین تو انھون نے مخالفون کے دل سے یہ شبہہ مٹانے کے لئے کہ کسی وقت مین حسن حکمران نہ بن بیٹھے سب سے پہلے خلافت اور حکومت وغیرہ سے دستکش ہونے کا باضابطہ معاہدہ لکھ دیا، افسوس ہے کہ اسپر بھی بنی ہاشم کے مخالف قانع نہ رہے اور سات بار امام مقدس کو زہر دیا۔ اسکے علاوہ جہدمن مؤرخ نے اس عہد کی مذہبی اور اخلاقی حالت دکھلا کر ثابت کیا ہے کہ اُس وقت مسلمانون مین دُنیا پرستی آچکی تھی۔

اس سے اُس نے واضح کر دیا ہے کہ دونون اماموں کیساتھ جو کچھ بھی ظلم اور بُرا سلوک نہ ہوا ہو وہ تعجب کی بات نہین۔ اب یہ امر کہ حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کربلا مین ملک گیری کی ہوس مین لڑے تھے یا نہین؟ اس سے صاف ہو جاتا ہے کہ اگر وہ اس خیال کے ہوتے تو واقعہ کربلا کے کہین پہلے کسی نہ کسی قبیلہ پر چڑھ دوڑتے، مگر کسی تاریخ سے آپ کی ذات خاص کا حملہ آور ہونا ثابت نہین ہوتا۔ اگر ہم بلا تعصب اُس زمانہ کے حالات اور واقعات پر

نظر ڈالین گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اُسوقت دُنیا پرست اور دولت
پرست مسلمانون مین حکومت کی بو آگئی تھی، اور امام مظلوم کی ہستی اُنکی
نظرون مین کھٹک رہی تھی، وہ اپنے خیال مین سمجھتے تھے کہ ہماری
کوششون مین حریفانہ رُکاوٹ ڈالنے والا حسین ؑ ہے، اگرچہ خود
اس مقدس شخص نے کبھی اپنے کسی فعل سے ایسا خیال کرنے کا موقع
نہین دیا، مگر جس طرح تاریکی کو روشنی سے خوف رہتا ہے اُسی طرح
دُنیا کے ظالمون اور غاصبون کو مقدس اور معظم نفوس سے کھٹکا
لگا رہتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس دھوکے مین بہت سے بندے خدا کے
ذبح کر ڈالے گئے۔ اسی دھوکے مین یہودیون نے حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کو صلیب پر چڑھایا تھا، اور اسی دھوکے مین حضرت زکریا
علیہ السلام کو آرے پر کھینچ دیا تھا۔

دوسرا سوال اُس نے یہ قائم کیا ہے کہ کیا حضرت امام حسین
علیہ السلام اپنے دشمنون سے ذاتی اغراض اور انتقام کے لئے لڑ رہے
تھے؟ ۔ اسی بحث مین جرمن مؤرخ نے نہایت دلچسپ اور فلسفیانہ
بحث کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ امام مظلوم ؑ کی زندگی کا وہ حصہ جو واقعہ

کربلا کے پہلے گزرا ہے عام طور سے عرب کے حالات اور واقعات
مین محفوظ ہے۔ اُسپر نظر ڈالنے سے یہ بات روشن ہوجاتی ہو کہ اس
قدسی نفس نے کبھی بنی ہاشم کے دشمنون سے بدلا لینے کی کوشش
نہین کی، انتقام کی آگ صرف اُسی شخص مین بھڑک سکتی ہے جو کسی
معاملہ مین کسی سے شکست کھا چکا ہو، اور اُس شکست اور ذلت کو رفع
کرنے کے لئے اُسے رہ رہ کے خیال آتا ہو۔

مگر خود مخالفین کا یہ قول مسلّم ہے کہ آپ نے میدانِ کربلا مین بارہا
عاجزی کے ساتھ فرمایا تھا کہ "اچھا مجھے دُنیا کے کسی سمت اپنے
رفقا کے ساتھ نکل جانے دو، اور اگر اسپر بھی نہ راضی ہو تو آؤ ہم
تم مناظرہ کرلین جو حق پر ہو وہ فاتح سمجھا جائے اور جو ناحق پر ہو اُسکی
شکست مشتہر کیجائے"

کیا یہ الفاظ واقعی کسی شخص کے جوش انتقام کو ظاہر کرتے
ہین؟ کیا اُس سلجھی ہوئی تقریر سے کسی کے غصے اور حرارت کا پتہ چلتا
ہے؟ کبھی نہین اور ہرگز نہین!۔

اب ہم مؤرخ کے اُس بیان کی تعریف کرتے ہین اور اسکے آگے

جواب مین جو اُس نے آخری الفاظ لکھے ہین اُسکو پیش کرتے ہین۔
وہ لکھتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام صرف ایک عابد
و زاہد شخص نہین تھے، بلکہ وہ امانت اور ذمہ داریان بھی آپ مین
مستور تھین جو عرب کے پیغمبر اعظم (صلعم) مین ودیعت کیگئی تھین
جس طرح اُس اولوالعزم نبی کو خیال تھا کہ مسلمان قبیلے اور کنبون کے
جھگڑون سے دور رہین، اُسی طرح آپکے نواسون مین بھی اسبات
کا احساس تھا، اور ذمہ داری اس امر سے نہایت درجہ ثابت ہوتی
ہے کہ میدان کربلا مین امام مظلوم نے تمام تدبیرون سے تھک کر یہ
ظاہر کرنا شروع کیا کہ "لوگو یاد کرو، مین کون ہون کس کا بیٹا ہون
اور کس کا نواسا ہون" اور نہ صرف حسب نسب کا ذکر کیا، بلکہ اپنے علم
و فضل و آخرت کے اسرار بھی بیان فرمائے۔ کیا اس سے یہ نہین
ظاہر ہوتا کہ امام مظلوم کو اپنی ذمہ داریون کا پورا لحاظ تھا، کیا ان واقعات
سے کہین بھی انتقام کی بو پائی جاتی ہے؟۔
تیسرا سوال اور معنی خیز سوال مؤرخ موصوف نے یہ کیا ہے کہ
کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کسی عنوان شائستہ سے اس خونریز

جنگ کو اوپر او پڑتال سکتے تھے؟"

وہ لکھتا ہے کہ یورپ کے بعض اہل قلم مظلوم امام پر تجربہ کاری اور بلاوجہ کی خونریزی کا الزام لگاتے ہین، اور اس لزام دہی مین یہانتک بڑھ گئے ہین کہ بلا خوف تردید تمام واقعہ کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے بلکہ یہان تک آزادی سے کام لیکر لکھ گئے ہین کہ اگر امام مظلوم بغیر لڑے ہوئے یزید کے پاس چلے جاتے تو تمام شر و فساد رفع ہو جاتا، کیونکہ اسکے پندار تمکنت کی اپنے خیالی حریف کے آجانے سے تسکین ہو جاتی"

اس اعتراض کو مورخ مذکور نے بڑی قابلیت سے رد کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ تمام عرب کے خصائل و عادات تمام دنیا سے نرالے تھے وہ لوگ اپنے ایام جاہلیت مین بھی اپنی مہمان نوازی اور حمیت و غیرت مین مشہور تھے - قوم عرب اسقدر حمیت غیور تھی کہ وہ کسی حالت مین اپنے قبیلے اور اپنے خاندان کے روایات و حکایات کو ترک کرنا پسند نہین کرتی تھی - وہانکے ایک شاعر کا قصہ کتابون مین یون لکھا ہے کہ وہ کسی جنگل مین ڈاکوون سے گھر گیا تھا اور جبکہ وہ اپنی جان بچا کر بھاگنا چاہتا تھا کہ ڈاکوون مین سے ایک نے بآواز بلند پکار کر ایک شعر

پڑھا ہے جس مین اُس نے اس خیال کو نظم کیا تھا کہ "میدانِ جنگ مین دشمن سے لڑنا ہمارے لڑکون کا کھیل ہے، اور مرنا یا مارنا ہماری بازی کا پہلا قدم ہے" غرض جب اُس شاعر نے یہ سُنا تو وہ پلٹ پڑا اور اُس نے لڑکر اپنی جان دیدی، اسی طرح کے بہت سے واقعات ہوئے ہین، ایسی غیور اور بہادر قوم کے افضل ترین قبیلے سے کیا ہم امید کر سکتے ہین کہ وہ میدان کارزار سے محض جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑا ہوگا؟ کبھی نہین اور ہرگز نہین۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ مخالفین اُنھین یزید تک لیجلین تاکہ اتمام حجت ہو جائے لیکن یزیدیون نے اصرار کیا کہ بغیر یزید کے نام پر بیعت لئے ہوئے آپ کا ایک قدم بھی ہم لوگ اُسکی جانب نہ بڑھنے دینگے، اس لئے مجبور ہوکر آپ نے رفقا کو سمجھایا کہ تم لوگ چلے جاؤ مین تنہا ان لوگون سے نپٹ لونگا۔ ہان جیسی غیور اور باحمیت لوگون سے امید ہو سکتی تھی ویسے ہی ظہور ہوا کسی نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہین کیا حتّٰی کہ عورتون نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنا کسی طرح منظور نہ کیا۔

اب بات اصول حق پرستی کی آگئی ہے۔ امام مظلوم دیکھ رہے ہین کہ ایک دنیا امارت اور حکومت کی پرستش مین خدائے واحد کی بادشاہت کو اپنے جور و ظلم سے تباہ کرنے کی فکر مین ہے، اور حق و ناحق کی فتح یا شرمندگی کی گھڑی آپہونچی ہے۔ امام مظلوم سمجھ رہے ہین کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق کے لئے آگ مین جانا پڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھنا پڑا، اسی طرح آج مجھے بھی جان دینا ہے، لہذا اُنھون نے ٹھان لی کہ مین اپنے خون سے اسلام کی کھیتی کو سینچونگا، بہر حال حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوئی دقیقہ اس شر و فساد کے روکنے کے لئے اُٹھا نہین رکھا، اگر انھون نے بیعت کرلی ہوتی تو خاندانِ رسالت ہمیشہ کے لئے ذلیل ہوجاتا اور بنی ہاشم کی بزرگی خاک مین مل جاتی۔ اگر مظلوم امام نے یزیدیون کو اپنا ساتھی مان لیا ہوتا تو اسلام کا ساتھی کوئی نہ رہتا، یعنی تکمیل رسالت عرب کی پیغمبر اعظم صلعم پر ہوئی اور تکمیل جانبازی امام مقدس ؑ کی ذات پر ختم ہوئی

اس کے بعد مؤرخ جرمنی نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی جماعت کو لڑنے سے نہین روک سکتے تھے؟"

اسکے جواب مین وہ صرف یہ کہتا ہے کہ اُنکی جماعت بہت تھوڑی تھی وہ کسی حال مین اپنے امام کو نہین چھوڑ سکتی تھی، زیادہ تر خود انھین کے خاندان کے لوگ تھے جو پہلے ہی سے دشمنونکی نظرون مین کھٹک رہے تھے۔ یہان تک کہ بعض چھوٹے بچونکو بھی دشمنون نے فنا کیا ایک فرد کو بھی زندہ رکھنا نہین چاہتے تھے۔

پانچوان سوال تمام کتاب کی جان ہے، وہ پوچھتا ہے کہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی لڑائی خدا کے لئے تھی ؟"۔

وہ کہتا ہے کہ مین اس سوال کا جواب پوری طرح نہین دیسکتا مین صرف اسقدر کہدینا چاہتا ہون کہ اگر واقعہ شہادت اسلام کی تاریخ مین نہوتا تو غیر مسلم دنیا کو اسلام کی تاریخ اور اسلام کی حقانیت سے دلچسپی نہوتی۔ ایک شخص یکہ و تنہا لو کے چٹیل میدان مین کھڑا ہے، تھوڑے سے رُفقا اُسکے ساتھ ہین، زمین و آسمان تک اسوقت کسی آنے والے طوفان کے لئے ساکت ہین، اور تمام انسانی ہمدردی کی اعانت کا چشمہ بند ہے، ایک انسان اور محض انسان ایسی حالت مین بہت آسانی سے ایک ذراسی بات مان لینے سے اپنی جان بچا

سکتا ہے۔ لیکن وہ ناپائدار دنیا کی زندگی کو نہایت حقارت کی
نظر سے دیکھتا ہے، وہ اس میدان میں مرجانے کو حیات جاوید سے
بہتر جانتا ہے۔ اسکے آگے خدا کا وہ کلام پیش پیش ہے جس میں
خدا ے برتر فرماتا ہے کہ "جو لوگ میری راہ میں مارے جاتے ہیں
وہ مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں" یعنی انکی زندگی ایکدوسری
شکل میں بدل جاتی ہے۔ اس ربانی کلام پر دل وجان سے یقین کامل
کر کے خدا کا مظلوم اور مجبور بندہ سر نیاز خم کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ
میرے مخالفین زیادہ سے زیادہ میری جان طلب کریں گے، اور
مجھ سے اپنے خیال کے موافق بیعت لینا چاہیں گے، مگر یہ جنگ
کثرت افواج کی نہیں ہے بلکہ اصول اور حق کی ہے۔ اسی حالت میں
وہ شخص سمجھ رہا ہے کہ حق پرستی اور غیرت وحمیت کا تقاضا صرف
یہی نہیں ہے کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے، بلکہ قول کو
فعل سے ثابت کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے بغیر کسی دنیاوی طمع
اور لالچ کے شخص تسلیم و رضا کی راہ میں اپنی جان نذر کرتا ہے تاکہ
خدا کا کلام سچا ہو، اور اس کی مخلوق کے درمیان سے سچائی اور

روشنی نہ مٹنے پائے۔

جرمن کا مؤرخ اسجگہ نہایت جوش کے ساتھ لکھتا ہے کہ "اگر حضرت امام حسین علیہ السلام چاہتے تو یزید کی ماتحتی مین رہکر کسی بڑی جگہ کے گورنر بن جاتے، لیکن اُنھین دنیا کی حکومت سے سخت نفرت تھی، جو روحانی حکومت اور جو سلسلہ باطنی معرفت کا ان بزرگونکے دم سے قائم تھا، اُس کی بلندی نے دُنیا کی حکومت کو ہیچ کر دیا تھا۔ یہی وجہ سے یزید کی بیعت کرنا کسی حال مین گوارا نہ کیا۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے آبا و اجداد کے کارنامون کو مٹا کر اُس زمانہ کی دُنیا پرستی مین آجاتے تو یقیناً دنیاوی لحاظ سے اُنھین کوئی تکلیف نہ پہونچتی۔ لیکن جو شخص دُنیا کی حقیقت سے واقف ہوا اور خدا کی حکمت اور قدرت کا قائل ہو وہ کبھی دُنیا کی عارضی زندگی کو عقبیٰ کی زندگی پر ترجیح نہین دے سکتا۔

آخر مین جس نکتہ پر تمام بحث کا خاتمہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر واقعہ شہادت کو یہ عظمت اور شہرت نہ دی جائے جو اقوام عالم مین حاصل ہے تو کیا اس سے بنی نوع انسان پر کوئی اخلاقی جرم عائد ہو سکتا ہے؟

اس بارے مین وہ کارلائل کی کتاب "ہیرو ورشپ" سے انتخاب
کرکے یہ دکھاتا ہے کہ بہادرانہ کارنامے محض ایک قوم یا ایک ملک تک
محدود نہین رہتے، بلکہ تمام انسانی برادری کی میراث اور ملکیت ہوجاتے
ہین - انکی وجہ سے آنے والی نسلون مین سلسلہ شجاعت اور استقامت
کا باقی رہتا ہے - اس لحاظ سے واقعۂ شہادت پر جس درجہ فکر اور
غور کیا جائے گا، اُسی قدر اُسکے اعلیٰ اور عمیق مطالب روشن ہوجاینگے
دُنیا مین موجودہ جنگ سے کوئی خونریز جنگ نہین ہوئی - لیکن
مظالم، بے رحمیان اور ناانصافیان جس حد تک واقعۂ کربلا مین ہوئین
اُنکا عُشر عشیر بھی کبھی کسی معرکے مین نہین ہوا، یہ ہوتا رہا ہے کہ آدمی
زیادہ مارے گئے ہین، یہ دیکھا گیا ہے کہ خون زیادہ بہا ہے -
لیکن یہ کبھی نہین دیکھا گیا کہ دل اور روح کے پاک اور عزیز ترین
جذبات کے ساتھ ایسی بے رحمی جیسی کہ کربلا مین ہوئی واقع ہوئی
ہو - ہٹ دھرمی، ناانصافی، جور وظلم اور ہر طرح کی سختی جو اُس
میدان مین مظلومون کے ساتھ برتی گئی، اسکی دوسری مثال کہین
نہین ملتی - آج قومون اور ملکون کے تشدد اور ظلم کا رونا رویا جاتا ہے

آج توپ اور تلوار سے بہادروں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے اور
آج دنیا بہت جلد دیکھنے والی ہے کہ کون حق پر ہے، ایسی حالت میں
انصاف سفارش کر رہا ہے کہ مظلومین کربلا کی بہادری اور حق پرستی کو پہلے
دیکھ لے اور اسکے بعد کوئی فیصلہ کرے - اچھا آؤ ہم دیکھیں کہ واقعہ
کربلا سے ہمیں کیا سبق حاصل ہوتا ہے - سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ فاتحان
کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا، اور وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی
دنیا کو دیکھ رہے تھے - اسکے علاوہ قومی حمیت اور غیرت کا بہترین
سبق ملتا ہے، جو اور کسی تاریخ سے نہیں ملتا - اور ایک نتیجہ یہ بھی حاصل
ہوتا ہے کہ جب دنیا میں معصیت اور غضب وغیرہ بہت ہو جاتا ہے تو
خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے، اسکے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی
ہیں - غرض مؤرخ جرمن نے اس مسئلہ عجیب و غریب فلسفیانہ بحث
کی ہے - اگر ناظرین پسند فرمائیں گے تو ہم آئندہ بھی اسکے اقتباسات سے
فائدہ پہونچانے کی کوشش کرینگے -

(شاہ محمد نذیر ہاشمی)

طبع اول ۱۰۰۰ قیمت فی جلد

پرنٹر و پبلیشر

محمد علیم اللہ خان

۱۹۲۶

ماہ دسمبر